

ایڈز ملک میں پھیل رہی ہے

سرکاری دفتر میں ہر بابو کا پہلا کام، آنے والے خطوط کو پڑھنا اور ضروری ہدایات لکھنی ہوتی ہیں۔ یہ ایک عام سی روشن ہے۔ سرکاری زبان میں اسے "ڈاک" کہا جاتا ہے۔ یہ دراصل حکومتی اداروں، ملازمین اور اہلکاروں کی لکھی ہوئی روزانہ ملاقات ہے۔ کچھ عرصہ پہلے دفتر میں "ڈاک" دیکھتے ہوئے چھٹی کی درخواست سامنے آئی۔ درج تھا کہ فدوی بیمار ہے۔ لہذا چار ماہ کی چھٹی درکار ہے۔ ذہن میں اس شخص کیلئے ہمدردی کا جذبہ اٹھا۔ لیکن یہ معلوم نہ ہوا کہ مرض یا مسئلہ کیا ہے۔ بیماری کی بنیاد پر درخواست میں اکثر ڈاکٹر کا شفافیت لگا ہوتا ہے۔ مگر ہاتھ سے لکھی گئی اس چھٹی کے ساتھ کچھ بھی نصیحتی نہیں تھا۔ کاغذ پر لکھا کہ مہربانی کر کے ڈاکٹر کی رپورٹ یا لیبارٹری کا تجزیہ ساتھ لگا دیں تاکہ چھٹی منظور کی جاسکے۔ عام طور پر لوگ ایک ڈیڑھ ماہ سے زیادہ کی رخصت نہیں لیتے۔ اسلیے کہ فارغ ہو کر گھر بیٹھنا بھی ایک عذاب ہے۔ کام اور جتنی دراصل انسان کو زندہ رکھتے ہیں۔ اگر آپکے پاس کوئی کام نہ ہو، تو دن گزارنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ مکمل فراغت ایک عذاب ہے۔ مشاہدہ ہے کہ ریٹائرمنٹ کے بعد جو سرکاری بابو کام نہیں کرتے، بڑی جلدی ملک عدم کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

بات چھٹی کی درخواست کی ہو رہی تھی۔ دس دن کے بعد درخواست دوبارہ موصول ہوئی۔ اسکے ساتھ مستند لیبارٹری کی رپورٹ لگی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر ہونے کی بدولت رپورٹ پڑھی تو ہنی جھٹکا سالاگا۔ درج تھا کہ اس مریض کو "ایڈز" ہے۔ گمان ہے کہ ایڈز کے متعلق لوگوں کو علم ہوگا۔ مگر پھر بھی عرض کرتا چلوں کہ دنیا کی سب سے مہلک ترین بیماری یہی ہے۔ اسکا پوری دنیا میں کوئی معتبر علاج نہیں۔ امریکہ سے لیکر مغربی ممالک کے بہترین ہسپتاں میں بھی مریض ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ مغرب میں اسی کی دہائی میں اس مرض کے متعلق دنیا کو معلوم ہوا تو قیامت آگئی۔ 1984 سے آگے، دنیا کے معتبر جریدوں پر نظر ڈالی جائے تو ایڈز کے حوالے سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مضامین نظر آتے ہیں۔ پوری دنیا میں کہرام مج گیا۔ سائنسدانوں نے تحقیق کی بنیاد پر لوگوں کو معلومات فراہم کرنی شروع کر دیں۔ مہلک بیماری پر فلمیں، ڈرامے اور ڈکومنیٹریاں بنتی شروع ہو گئیں۔ مغرب میں باقاعدہ مہم شروع کی گئی کہ "قربت کے تعلقات" کو کتنا محفوظ ہونا چاہیے۔ آگاہی کی بدولت اسی کی دہائی سے آگے یہ مرض مغرب میں کم ہوتا گیا۔ مگر بدقتی سے ترقی پذیر ممالک میں معلومات کی رسماں طرح آگے نہیں بڑھ سکی جس طرح مغرب میں چل پائی تھی۔ نتیجہ بے حد خطرناک ثابت ہوا۔ موت کی یہ بلا تیسری دنیا کے ملکوں میں منتقل ہو گئی۔ افریقہ کا پورا برابر اعظم اسکی لپیٹ میں آگیا۔ شروع میں ایشیائی ممالک نے اس قیامت کے منتقل ہونے پر خاموشی قائم رکھی گئی۔ تھائی لینڈ، جہاں پوری دنیا سے سیاح "سیر و تفریح" کیلئے آتے تھے۔ اسکا گڑھ بن گیا۔ حکومت کو جب اندازہ ہوا کہ سیاحت اس عصر کی بدولت کمزور پڑ رہی ہے تو انہوں نے ڈاکٹروں کے مشورے سے تمام ممکنات پر عملی اقدامات لینے شروع کر دیے۔ تمام خواتین جو کسی طرح دنیا کے قدیم ترین پیشی سے تعلق رکھتی تھیں، انکے باقاعدہ ٹیکسٹ ہونے شروع ہو گئے۔ اعدا شمار کے مطابق صرف تھائی لینڈ میں ہزاروں خواتین اور مرد ۷۰۰۰ کے کیریئر لگلے۔ ان تمام افراد کو قدیم دھندرے سے فارغ کر دیا گیا۔ پورے ملک میں ایڈز کے

متعلق بھرپورہم چلائی گئی جو کافی حد تک کامیاب رہی۔ انڈیا نے بھی تھائی لینڈ کی مثال کو سامنے رکھتے ہوئے اس قیامت کے متعلق معلومات کی مہم چلائی مگر یہ مکمل طور پر کامیاب نہ ہو سکی۔ اسکی بڑی وجہ غربت، جہالت اور آبادی کا سیلا ب تھا اور ہے۔ بہر حال وہاں، اس بیماری کو حکومتی سطح پر آڑے ہاتھوں لیا گیا۔

ورلڈ ہیلتھ آر گناہر لیشن کی شائع شدہ رپورٹ کے مطابق پوری دنیا میں ہرسال دس لاکھ کے قریب مرداور خواتین ایڈز کی بدولت زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ سنجیدہ بات یہ ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں لوگوں کو اسکی تباہ کاری کا ادراک ہی نہ ہو پایا۔ ہمسایہ ممالک میں افغانستان اسکا خصوصی نشانہ بن گیا۔ بنگلہ دیش میں ایڈز نے معاشرے کی جڑیں ہلاکر کر دیں۔ ایران بھی اس زوالہ کی ذمیں آگیا۔ پاکستان میں ایڈز کی بدولت سن 2000 میں تقریباً سو ہلاکتیں ہوئیں۔ مگر تعداد سترہ اور اٹھارہ میں بڑھ کر چھ ہزار سالانہ تک پہنچ گئی۔ پوری دنیا سے کوئی غرض نہیں۔ اسلیے کہ مجھے سب سے عزیز اپنامک ہے۔ پاکستان میں، 1986 میں مرض میں بیتلاؤگوں کی تعداد صرف چار ہزار تھی۔ مگر آج یہ تعداد حیران کن حد تک بڑھ کر تقریباً دو لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔ یہ بین الاقوامی اداروں کی مرتب شدہ تعداد ہے۔ ہمارے حکومتی ادارے ان مریضوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ بتاتے ہیں۔ نکتہ سے قطعہ نظر کہ مریضوں کی تعداد دو لاکھ ہے یا ایک لاکھ۔ یہ بات بے حد خطرناک ہے کہ ہمارے ملک میں یہ مہلک مرض تیزی سے پھیل رہا ہے۔ یہاں یہ بات کہنی از حد مناسب ہے کہ "ایڈز" میں بیتلاریض بے حد رازداری سے کام لیتے ہیں۔ کسی کو بتاتے ہی نہیں کہ انہیں لاپرواہی کی بدولت یہ بلا چحت چکی ہے۔ اس رازداری کے خانے سے باہر نکل کر اگر سائنسی بنیادوں پر تجزیہ کیا جائے تو یہ تعداد دس لاکھ سے بھی اوپر جا سکتی ہے۔ یا شائد اس سے بھی زیاد۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ کوئی بھی اس پر توجہ دینے کیلئے تیار نہیں۔ نہ حکومت اور نہ خجی شعبہ۔ اس موضوع پر بولنا ایک سماجی داغ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ یہ ایک ایسا گند ہے جسے ہر کوئی قالین کے نیچے چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ مرداور خواتین مر جاتے ہیں مگر اس بات پر تیار نہیں ہوتے کہ لواحقین کو بتا دیں کہ ایڈز میں بیتلہ ہیں۔ یہ باعث شرم اعتراف گمان ہوتا ہے۔ عزیز واقار بھی مرنے والے کی اصل بیماری کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ تیجہ یہ کہ ہمارے اسلامی ملک میں معلومات نہ ہونے کی بدولت ہزاروں شخص سالانہ کی بنیاد پر مر رہے ہیں۔ درست ہے کہ علاج ممکن نہیں ہے مگر بچاؤ ضرور ممکن ہے۔ مناسب علاج سے موت کو کافی عرصے کیلئے ٹالا جاسکتا ہے۔ مگر نہیں، یہاں اس طرح کی گفتگو کرنی تو بڑی دور کی بات، سوچنا بھی گناہ ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ ہم سب ایک دہری زندگی گزار رہے ہیں۔ منافق کا لفظ استعمال نہیں کر رہا۔ کیونکہ وہ مجموعی طور پر ہماری سماجی دہرے پن کی صحیح عکاسی نہیں کر سکتا۔ ہم تمام لوگ ایک دوسرے کے سامنے فرشتہ بننے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ ہر عیب کو اپنی بزرگی، رتبے اور شخصیت کے لفافے میں بند کر کے رکھتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص دوسرے کے سامنے اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ وہ پاکیزگی کا نمونہ ہے۔ اس سے کوئی گناہ ہو، ہی نہیں سکتا۔ یہ کیفیت بے حد خطرناک ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ ہم ہر چیز پر غلاف چڑھا کر رکھتے ہیں۔ اتنے مشکل معاشرے میں یہ تسلیم کرنا کہ ملک میں "ایڈز" تیزی سے پھیل رہی ہے۔ بے حد دشوار بات ہے۔ مگر ہم تمام لوگ حقیقت سے بے خبر نہیں رہ سکتے۔ اسلیے کہ جس چیز کا وجود ہو، وہ اپناری عمل ضرور ظاہر کرتی ہے۔ آپ مانیں یا نہ مانیں مگر جو صحیح

ہے، وہ سامنے آ کر رہتا ہے اور تلخیچ یہ ہے کہ ہمارے ملک میں "محفوظ زندگی" کا کوئی تصور ہی موجود نہیں ہے۔ دنیا کے سب سے "قدیم پیشہ" سے تعلق رکھنے والی لاکھوں خواتین موجود ہیں۔ ہر شہر، ہر قصبہ، ہر دیہات میں انکا وجود ہے۔ مگر کبھی بھی انکے میڈیکل ٹیسٹ کروانے کی کوشش ہی نہیں کی گئی۔ اسلیے کہ ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کہ معاشرے میں اہلیہ کے علاوہ، مردوں کے دوسری خواتین سے قربت کے تعلقات ہیں۔ کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ پوری دنیا پھر چکا ہوں۔ ہمارے منایے گا۔ ہمارے معاشرے میں "جنسی بگاڑ" مغربی معاشرہ سے کہیں زیادہ ہے۔ فرق صرف یہ سب کچھ پر دے کے پیچھے ہو رہا ہے اور مسلسل ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ روکنا تقریباً ناممکن ہے۔ کیونکہ انسان کی فطرت پوری دنیا میں بالکل ایک جیسی ہے۔ ایڈز میں بتلا پیشہ ور خواتین کے ساتھ ساتھ شماں علاقوں میں پیشہ ور جوان بھی موجود ہیں۔ انی طرف بھی کبھی دھیان نہیں دیا گیا۔ انتقال خون کے غلط طریقے، خواجہ سراوں کی بہتات اور نشہ کیلئے غیر معیاری سرنجوں کا استعمال اس بیاری کو بے حد بڑھا دے رہی ہے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ اسکی پھیلتی ہوئی موجودگی سے انکار کیا جا رہا ہے۔

میڈیا پر نظر دوڑا یئے۔ معمولی سی سیاسی بات پر گھنٹوں لایعنی قسم کی بحث ہوتی رہتی ہے۔ فلاں سیاستدان نے انگلی میں انگوٹھی پہن لی یا اُتار دی، اس پر بھی بات ہوتی ہے۔ فلاں قومی سیاستدان نے ملکی اور غیر ملکی دوروں کے درمیان کیسے کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس پر بھی سینکڑوں پر وگرام ہوتے ہیں۔ ہمارا میڈیا یاحد رجہ ناٹص معلومات کی بنیاد پر لا حاصل اور بے معنی بحث کرتا رہتا ہے۔ مگر وہ منفی عناصر جو ملک کی جڑیں کھا چکے ہیں۔ وہ بیماریاں جو عام آدمی کو بر باد کر رہی ہیں۔ اس پر تحقیق کی بنیاد پر کوئی بات کرنے کیلئے تیار نہیں۔ مذاقت کے اس کلچر میں دلیل سے ایڈز پر بات کرنی ناممکن ہو چکی ہے۔ یہ مرض کس طرح حملہ کرتا ہے، ہم ان بشری کمزوریوں کو ماننے کیلئے تیار ہی نہیں۔ مگر حقیقت میں ایڈز ملک میں تیزی سے پھیل رہی ہے۔ مگر ہمیں فکر ہے تو غیر معیاری سیاستدانوں کے ایکشن کی، جس سے ملک میں عام آدمی کی زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اصل میں ہم سارے فرشتے ہیں اور فرشتوں کو کوئی بیاری نہیں ہوتی!

راو منظر حیات